تحفة المنتظمين

شیخ سعدی شیرازیؒ کے ملک اباقاخان کو لکھے گئے ایک اہم مکتوب کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور

Abstract

Musharrif -od-Din Musleh Bin Abdullah Sa'di Sherazi, was a famous poet and author of the seventh century of Hijra. He had a restless soul and led major part of his life in travelling. He travelled and lived a long part of his life in Baghdad, Syria, Hejaz and North Africa. After this he returned to his native land with a lot of experience and knowledge gained by the people of other nations. Sa'di utilized that knowledge and experience in producing his great book "Sa'di Nama" known as "Boostan" in 655 A.H, which has been written in the form of "Masnawi". By the next year he wrote another book "Gulistan" which comprised prose and poetry. When Sa'di completed this book, he was recognised as a "Teacher of Ethics" in the world of that age. Now he was not only famous among the common people, but also known to the rulers of his surroundings. These rulers became admirer of his knowledge and wisdom. In 663 A.H Abaqa Khan the son of Halakoo Khan, assumed the throne after demise of his father at the place of "Maragha" near "Hamadan". Abaqa Khan in the beginning of his assumption wrote a letter to Sa'di in Sheraz and desired for a peice of advice and guidance. Sa'di in reply wrote a letter and fulfilled his desire. This letter has immense importance and inspite of the fact that so many centuries have passed but the contents of this letter provide guidance to the rulers of the present era. In this article the

contents of this letter have been discussed and analysed, which in fact was written to a ruler but identifies good qualities and sound character of an administrator.

مشرف الدین مصلح بن عبداللہ ملقب بہ سعدی شیرازی، ساتویں صدی ہجری کے ایک نابغۂ روزگار شاعر اور ادیب تھے۔ وہ ایک بے چین روح کے مالک تھے اور انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزارا اور بغداد، شام، حجاز اور شمالی افریقہ میں زندگی کا ایک طویل حصہ بسر کرنے کے بعد اپنے آبائی وطن شیراز میں سکونت اختیار کی (۱)۔ اب سعدی کے پاس علم و دانش اور مختلف اقوام و طبقات کے ساتھ زندگی گزارنے کا وسیع تجربہ موجود تھا، جس کو بروئے کار لاتے ہوئے ۶۵۵ھ.ق میں اپنی شاہکار تصنیف ''سعدی نامہ'' المعروف ''بوستان'' پایۂ تکمیل تک پہنچائی جو کہ مثنوی کی ہیئت میں اخلاق و حکمت اور علم و دانش کا بہترین مرقع ہے۔ سعدی نے اگلے ہی سال ۶۵۶ھ.ق میں نظم و نثر پر مشتمل اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''گلستان'' مکمل کی تو اُس دور کے جہانِ ادب میں ایک تہلکہ مچ گیا اور سعدی کو ''معلم اخلاق'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ اب وہ صرف عامۃ الناس کے درمیان ہی مشہور نہیں تھے بلکہ اطراف و اکناف کے ملوک و امرأ بھی اُن کی دانش و بصیرت کے سحر میں مبتلا ہو گئے۔ ۶۶۳ھ.ق میں ہلاکو خان کا بیٹا اباقاخان باپ کے مرنے کے بعد ہمدان کے نزدیک مراغہ کے مقام پر تخت نشین ہوا (۲)۔ اباقاخان نے اپنی تخت نشینی کے اوائل میں سعدی کو شیراز میں ایک مراسلہ بھجوایا جس میں آپ سے نصیحت اور تربیت کی خواہش ظاہر کی۔ سعدی نے جوابی مکتوب میں اس خواہش کو پورا کیا۔ یہ مکتوب نہایت اہمیت کا حامل ہے اور کئی صدیاں گذر جانے کے باوجود آج کے ارباب بست و گشاد کی راہنمائی کرتا ہے۔

سعدی کے جملہ آثار میں سے گلستان، بوستان اور دیوان سعدی پر برصغیر، ایران اور دیگر جہان میں بے تحاشا تحقیقی کام ہوا ہے مگر کچھ نثری رسائل، مجالس اور تقریرات جو کلیات سعدی میں تو موجود ہیں مگر اُن کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ آثار بھی اہمیت میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ زیر نظر مکتوب جو سعدی کے نثری رسائل میں شامل ہے، بہت اہم ہے۔ اس مراسلہ میں شیخ کا روئے سخن تو ایک بادشاہ کی طرف ہے مگر درحقیقت اس میں ایک اچھے اور کامیاب منتظم کے اوصاف اور کردار کی طرف توجہ دلائی گئی جو آج کے منتظمین کے لیے بھی کسی مشعلِ راہ کم نہیں۔ ان اوصاف و اعمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فردِ آگاہ:

سعدی نے اس مکتوب کے آغاز میں جس پہلے نکتے کی طرف توجہ دلائی ہے وہ آگہی ہے۔ وہ منتظم کو تلقین کرتے ہیں کہ اُسے ایک فردِ آگاہ بننا چاہیے اور سب سے پہلے دو چیزوں کی آگاہی کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے، (الف) اپنے ہم منصب متقدمین اور پیشرو افراد کی سیرت و اخلاق کے بارے میں نہ صرف جاننا چاہیے بلکہ اُن کے اخلاق حسنہ پر کاربند بھی رہنا چاہیے۔ (ب) جس مسند پر فائز ہوا ہے اُس کے اہم انتظامی اُمور کے بارے

میں مکمل آگاہی ضروری ہے۔ لکھتے ہیں:

''معلوم شد کہ خسرو عادل، دامَ دولَتُہٗ قابلِ تربیت است و مستعدِ نصیحت ___ بدانکہ مالکِ رعیّت و صاحبِ ملک و دولت را لازم است از سیرت ملوک چندی دانستن و در مهمات کاربستن۔''(۳)

(ترجمہ) معلوم ہوا ہے کہ شاہ عادل-اس کی حکومت کو دوام ملے- قابل تربیت اور آمادۂ نصیحت ہے۔ جان لو کہ شاہِ رعیّت اور صاحبِ مُلک وحکومت کے لیے بادشاہوں کی سیرت سے کچھ جاننا اور اہم اُمور میں اُن پر کاربند ہونا ضروری ہے۔

اسی مکتوب کے مندرجات میں آگے چل کر سعدی گزرے ہوئے کامیاب اور ناکام ہم منصب افراد کے بارے میں آگاہی کی اہمیت کے پیشِ نظر اسی نکتے کو مزید صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے نصیحت کرتا ہے کہ مسندِ اختیار پر براجمان ہونے والے افراد پر لازم ہے کہ وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے ہم منصب افراد کی حکایات کے بارے میں مکمل آگاہی حاصل کرے اور کامیاب افراد کے طرزِ عمل کی روشنی میں اپنا طرزِ عمل اختیار کرے اور ناکام افراد کے طرزِ عمل سے عبرت حاصل کرے اور اپنے طریقہ کار کو درست سمت میں رکھے اور ناکام افراد کی پیروی سے مکمل اجتناب کرے۔ سعدی لکھتے ہیں:

''... و حکایت پادشاهان پیش بسیار می خواند تا از سیرتِ نیکان خیرآموزد و از عاقبتِ بدان عبرت گیرد، و در حال گذشتگان نظر کند۔''(۴)

(ترجمہ) ...اور گزرے ہوئے بادشاہوں کی حکایات کثرت سے پڑھے تاکہ نیکوں کی سیرت سے خیر اور بھلائی سیکھے اور بُروں کے انجام سے عبرت پکڑے اور گزرے ہوئے افراد کے حالات پر نظر رکھے۔

اختیار کی اہم مسند پر بیٹھنے والوں کو سعدی ہمیشہ ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین چیزوں سے ہرگز غفلت کا شکار نہ ہوں۔ (الف) خیانت کرنے والوں سے، یعنی جن افراد کو کوئی ذمہ داری امانت کے طور دی گئی ہو اُن پر کڑی نگاہ رکھیں کہ وہ خیانت کے مرتکب نہ ہوں اور وہ اپنے اختیار کا ناجائز استعمال نہ کریں اور عام لوگوں کا استحصال نہ کریں۔ (ب) اُس کی مسند کی گھات میں رہنے والوں سے ہمیشہ ہوشیار رہے کہ وہ اُس کے وجود اور جان کو نقصان نہ پہنچا سکیں، اور اس طرح سے چوکس رہے کہ جیسے دشمن اُس کے دروازے پر ہے اور اگر اچانک سر پر آن پہنچے تو بغیر تیاری کے نہ ہو۔ (ج)۔ علاوہ ازیں، مجرموں اور جیل خانوں پر ہمیشہ نگاہ رکھے اور سزائے موت پانے والوں کا کام جلدی سے تمام کردے اور بے گناہوں کو رہائی بخش دے اور کسی کو بلاوجہ قید میں نہ رکھے اور چھوٹے جرائم کے مرتکب افراد کو اُن کے جرائم کے مطابق تھوڑی سزا دے۔ لکھتے ہیں:

''.... و از غدر و زهر ایمن ننشیذ، و از کمین غافل نباشد۔ و در زندان به هر وقتی نظر فرماید و کشتنی بکشد و رها کردنی رها کند۔ و گناه کوچك را به قدرِ آن

مالش دهد و بی گناه را دست باز دارد۔"(۵)

(ترجمہ) "....اور خیانت اور زہر سے بے دھیان نہ بیٹھے اور گھات میں رہنے والوں سے غافل نہ رہے' اور ہمیشہ یوں چوکس بیٹھے جیسے دشمن اُس کے دروازے پر ہے اور اگر آ جائے تو بغیر تیاری کے نہ ہو اور جیل خانوں پر ہر وقت نگاہ رکھے اور سزائے موت والوں کا کام تمام کر دے اور بے گناہوں کو رہائی دے دے اور چھوٹے جرائم کی سزا اُسی مقدار کے مطابق دے اور بے گناہوں کو قید نہ رکھے۔"

زیرِ نظر مکتوب کے آخر میں سعدی، حکومت کی ذمہ داری کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے صاحبِ مسند کو تلقین کرتے ہیں کہ اُسے ہمیشہ اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہییں اور ہوشیاری اور بیداری کے دامن کو کبھی اپنے ہاتھوں سے چھوڑنا نہیں چاہیے۔ سعدی نے مسندِ حکومت سنبھالنے والوں کے لیے ہر وقت عیش و عشرت اور کھیل کُود میں مشغول رہنے کو نہایت خطرناک قرار دیا ہے اور اُن کو متنبہ کیا ہے کہ بیداری اور ہوشیاری کی روش چھوڑ کر ہر وقت عیش و عشرت اور بے کار مشاغل میں مشغول رہنے کی وجہ سے یہ مسندِ اقتدار اُن کے ہاتھ سے چھن سکتی ہے اور کوئی دوسرا اُس پر براجمان ہو سکتا ہے۔ مرقوم ہے:

"... عهدهٔ ملك داری كاری عظيم است بيدار و هشيا بايد بُودن و به لهو و طرب مشغول بُودن همه وقتی نشايد۔

بسا اهل دولت به بازی نشست ـــــ كه دولت به بازی برفتش ز دست"(۶)

(ترجمہ) "...حکومت کی ذمہ داری ایک عظیم کام ہے، جس کے لیے بیدار اور ہوشیار رہنا چاہیے اور ہر وقت عیش و بازی میں مشغول رہنا ٹھیک نہیں۔

بہت سارے اہلِ حکومت کھیل میں پڑ گئے ـــــ اور حکومت کی بازی اُن کے ہاتھ سے نکل گئی"۔

خُدا شناس:

سعدی نے صاحب مسند و حکومت کے لیے خُدا شناسی کی صفت کو بڑی اہمیت دی ہے۔ صاحب حکومت کے لیے خُدا شناسی کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر سعدی، اس مکتوب کے آغاز میں ہی چند تمہیدی باتوں کے بعد خدا شناسی کا درس دیتے ہوئے ابا قاخان کو پہلی نصیحت یہی کرتے ہیں کہ شاہ رعیّت کو چاہیے کہ تمام کاموں کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے نام سے کرے۔ ہم جانتے ہیں کہ سعدی ایسی نصیحت اگر کسی مسلمان بادشاہ کو کرتا تو یہ کہتا کہ شاہ رعیّت کو چاہیے کہ تمام کاموں کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرے۔ سعدی اس طرح سے ہلاکو خان کی اولاد کو توحید کا درس دے رہے ہیں کہ وہ ہر کام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے نام سے کرے اور اُسی سے مدد کا خواستگار ہو۔ خدا شناسی کی عملی صورت پر روشنی ڈالتے ہوئے سعدی' صاحبِ حکومت کو تلقین کرتے ہیں کہ اللہ کے خوف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جس قدر ممکن ہو سکے اُسے بدی سے دُور رہنا چاہیے۔ اور اگر بے بس اور مجبور ہو جائے اور بدی اُس سے سرزد ہو جائے تو

اُس گناہ کو بھلانے اور اُس سے لاتعلق رہنے کی بجائے اُس کی تلافی اور تدارک میں مشغول ہو جائے۔ اُس بدی کی تلافی کی جو بھی ممکنہ صورت ہوا ُسے اختیار کرے یا کم از کم اُس بدی کے بدلے اچھائی کے کام کرے۔ ایسا رویہ اختیار کرنے سے بدی کی طرف رغبت کا امکان باقی نہیں رہے گا اور اُس کی باقی زندگی ایسے بُرے کاموں سے پاک ہو سکتی ہے۔ ایسا طرزِ عمل اِس لیے ضروری ہے کیونکہ سالم چیز ہرگز شکستہ کے برابر نہیں ہو سکتی اور گناہ سے توبہ وہی کرتا ہے جو نہ صرف اپنے لیے بلکہ سب دوسروں کے لیے خیر کا سبب بنتا ہو اور تمام لوگوں کے لیے دعائے خیر کرتا ہو۔

خُدا شناسی کو صاحبِ مسند کی شخصیت میں راسخ کرنے کے لیے سعدیؒ دن کے چوبیس گھنٹوں کو نہایت اہم قرار دیتا ہے اور اُن کی تقسیم کچھ اس طرح کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ اُس کی جسمانی ضروریات بھی پوری ہو جائیں اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں بھی کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔ سعدی تلقین کرتا ہے کہ صبح کے وقت کو خُدا کی بندگی اور دُعاؤں پر صرف کرے اور خیر کی نیت سے حق تعالیٰ سے اُمورِ خیر کی توفیق اور مدد طلب کرے اور اپنے اندرون کو حق اور مخلوق خُدا کے ساتھ جوڑے کیونکہ صبح کے وقت انسان کا اندرون صاف ہوتا ہے۔ پھر اِس کے بعد دن کا کچھ حصہ حکومت کی تدبیر اور دنیاوی اُمور میں صرف کرے اور باقی ماندہ کچھ حصہ تفریح اور لُطف اندوز ہونے کے لیے صرف کرے۔ پھر رات کو جب سونے لگے تو اُس وقت تک نہ سوئے جب تک اپنے نفس کا محاسبہ نہ کر لے۔ نفس کا محاسبہ اس طرح سے کرے اور سوچے کہ آج اُس کے ہاتھ سے کیا کیا کام سرانجام پائے ہیں؟ اور اگر اِس خود احتسابی میں وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آج اُس کے ہاتھ سے کوئی بھی اچھا کام سرزد نہیں ہوا' تو اُس کو چاہیے کہ اپنے نفس کی سرزنش کرے' اللہ تعالیٰ سے توبہ کا خواستگار ہو اور پختہ ارادہ کرے کہ وہ اِس دن کی تلافی کرے گا اور آنے والے دن میں اچھے کاموں کے لیے بھرپور کوشش کرے گا۔ اقتباس:

"... اوّل آنکه ابتداء کارها به نامِ خدا تعالیٰ کند و یاری از اُو خواهد۔ ... و چندانکه تواند بدی نکند و اگر العیاذ باللّٰه قضا رفت و خطا آمد به تدارکِ آن مشغول شود و به نیکی بکوشد، و به اعتماد تدارک دلیری بر گناه نکند که هرگز درست باشکسته برابر نباشد و عفو از گناه کسی کند که دعای خیر گوید همه کس، نه او گوید و بس۔ ... اوقات عزیز خود را موزع کند بعضی به تدبیر ملک داری و مصالح دنیوی' و بعضی به لذّات و خواب و قسمتی به طاعات و مناجات به حق۔ خصوص در وقت سحرگاه که اندرون صافی باشد و نیت خیر کند و از حق تعالیٰ مدد توفیقِ خیر خواهد و اندرونِ خود را باحق و خلق راست گرداند' و خواب نکند تا حسابِ نفس خود نکند که آن روز از اُو چه صادر شده است تا اگر نیکی نکرده باشد توبه کند و پشیمان شود' و نفسِ خود را سرزنش کند و برخود غرامتی نهد به خلاف آنکه کرده باشد و به نیکی نکوشد...جایی که رود قوّت از خدای

تعالی خواھد وبزور خود کفایت نکند۔" (۷)

(ترجمہ) "...اول یہ کہ تمام کاموں کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے نام سے کرے اور اُسی سے مدد کا خواستگار ہو...اور بادشاہ جس قدر ہو سکے بدی نہ کرے اور اگر خُدا نخواستہ سرزد ہو جائے تو اُس کے تدارک میں مشغول ہو جائے اور نیکی کے لیے کوشش کرے اور تدارک کی نیت سے گناہ کی جرأت نہ کرے کیونکہ سالم چیز ہرگز شکستہ کے برابر نہیں ہوتی اور گناہ سے توبہ وہی کرتا ہے جو فقط اپنے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے دعائے خیر کرتا ہے...اپنے قیمتی وقت کی تقسیم ایسے کرے کہ کچھ وقت حکومت کی تدبیر اور دنیاوی اُمور اور کچھ وقت لطف اندوز ہونے اور نیند کے لیے اور کچھ حصہ خدا کی بندگی اور دعاؤں پر صرف کرے خاص طور پر 'صبح گاہ' کیونکہ اِس وقت انسان کا اندرون صاف ہوتا ہے اور خیر کی نیت کرے اور حق تعالیٰ سے اُمورِ خیر میں توفیق اور مدد طلب کرے اور اپنے اندرون کو حق اور مخلوقِ حق کے ساتھ جوڑے اور اُس وقت تک نہ سوئے جب تک اپنے نفس کا محاسبہ نہ کر لے کہ آج اُس سے کیا سرزد ہوا ہے؟ اور اگر کوئی نیکی نہ کی ہو تو توبہ کرے اور پشیمان ہو اور اپنے نفس کی سرزنش کرے اور اپنے اوپر اس روز کی بداعمالیوں کا کفارہ لازم کرے اور نیکی کی کوشش کرے۔...اگر کسی جگہ جائے تو طاقت خُدا سے طلب کرے اور زور لگانے میں کنجوسی نہ کرے۔"

خیر خواہ:

خُدا شناسی کے بعد سعدی جس دوسری صفت پر بہت زور دیتے ہیں وہ خیر خواہی ہے۔ دراصل خُدا شناسی اور خیر خواہی کی صفات ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ کیونکہ صاحبِ مسند کے دل میں رعایا اور دیگر افراد کے لیے خیر خواہی کے جذبات اُسی صورت میں پیدا ہوتے ہیں جب کوئی شخص خُدا کی ذات کو پہچانے اور اپنے اوپر اور اس ذات کو ہمیشہ حیّ وقیّوم گردانے۔ سعدی نے صاحبِ حکومت کی ذات کو خیر خواہی کی خوبی سے متصف کرنے کے لیے زیرِ نظر مکتوب کے مقدماتی حصّے میں لکھا ہے کہ اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ نیک نامی کا طالب اور جُملہ اُمور میں انجام خیر کے لیے پُر اُمید رہے۔ سعدی نے خیر خواہی کا حقدار جن افراد کو ٹھہرایا ہے اُن میں تمام رعایا بالعموم اور درویش، نادار، علماء، مسافر، تاجر، بچے، عورتیں، ماتحت، رفقاء اور رشتے دار بالخصوص شامل ہیں۔

زیرِ نظر مکتوب میں سعدی نے سب سے زیادہ جس گروہ کی خیر خواہی کے بارے میں بات کی ہے وہ صاحب حکومت کی رعایا ہے۔ وہ رعایا کی بہبود کے لیے مختلف حوالوں سے صاحبِ مسند افراد کو تاکید کرتا ہے۔ مکتوب کے ابتدائی حصے میں رعایا کی خیر خواہی کے ضمن میں درج ہے کہ صاحب اختیار اپنی رعایا کو آزار نہ پہنچائے اور اُس کو آزار سے بچانے کے لے چوروں، قاتلوں اور ظالموں کو قاضیوں کی طرف سے دی جانے والی سزاوں کو کسی صورت معاف نہ کرے اور ایسے افراد کو بچانے کے لیے سفارش نہ کرے کیونکہ ایسے جرائم پیشہ افراد جب سزاوں سے بچ جاتے ہیں تو وہ رعایا کے لیے پہلے سے زیادہ آزار اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ رعایا میں برابری کا احساس قائم رکھنے کے لیے سعدی یہ بھی تلقین کرتے ہیں کہ صاحبِ مسند کو اجتناب برتنا چاہیے کہ وہ اپنے نزدیکیوں کو تو خلاف کار

ی کی صورت میں صرف نصیحت کرے اور دوسروں پر ملامت اور سرزنش روا رکھے۔ سعدی نے اس رویّے کو دو عملی اور ظُلم قرار دیا ہے اور منع کیا کہ صاحبِ مسند کے لیے یہ نہایت نامناسب ہے کہ وہ خاص لوگوں کے گناہوں سے تو در گذر کرے اور عام لوگوں کے سر قلم کروادے___ زیرِ نظر مکتوب کے اگلے حصّے میں سعدی، رعایا اور اس کی خیر خواہی کی اہمیت کو مزید واضع کرنے کے لیے لکھتا ہے کہ صاحبانِ حکومت اگر سر کی طرح ہیں تو اُن کی رعایا کی مثال بدن کی مانند ہے اور یہ کسی صورت عقل اور دانائی نہیں، کوئی شخص اپنے ہی بدن کو دانتوں سے کاٹے اور زخمی کرلے بلکہ اُسے اپنے بدن کی حفاظت اور اچھی طرح نگہداشت کرنی چاہیے...سعدی نے ایک دوسرے زاویے سے بھی رعایا اور اس کی بہبود کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، لکھتے ہیں صاحبِ مسند رعایا کا زیادہ محتاج ہے نہ کہ رعایا اُس کی۔ کیونکہ صاحبِ حکومت اگر ہو یا نہ ہو رعایا ایک حقیقت کی طرح موجود رہتی ہے۔مگر رعایا کے وجود کے بغیر حکمران متصور نہیں ہو سکتا۔مُراد یہ ہے کہ حکمرانوں نے آنا جانا ہے، جبکہ رعیّت کی حیثیت ہمیشہ مستقل ہے اور اُس کا وجود ہمیشہ باقی ہے۔اس لیے کوئی حکمران ظلم اور ناانصافی کے ساتھ رعایا پر زیادہ دیر مسلط نہیں رہ سکتا۔سعدی کے نزدیک صاحبِ حکومت اور رعیّت کی مثال گلہ بان اور گلہ جیسی ہے۔گلہ بان پر گلہ کی بہبود اور خیر خواہی فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔اگر گلہ بان یہ فرض ادا نہ کرے تو اُس پر گلہ بانی کی اُجرت حرام ہے۔

سعدی نے اس مکتوب میں رعایا کی خیر خواہی کی اہمیّت اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ رعیّت کے بعض افراد کی بہبود پر بطورِ خاص زور دیا ہے، ان افراد میں رعایا کے درویش اور نادار افراد سرِفہرست ہیں۔ایسے لوگوں کی مدد اور دلجوئی کے لیے سعدی، صاحبِ حکومت کو تلقین کرتے ہیں کہ اِن لوگوں کا خیال اپنوں سے بڑھ کر کریں اور ناداروں اور درویشوں کو صدقات دیں اور کسی طرح سے بھی اُن کے لیے آزار کا سبب نہ بنیں تاکہ مشکل کے وقت مخالف سے مل کر آپ کو نقصان نہ پہنچائیں...اس کے بعد سعدی، اہلِ مسند کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار افراد کی صحبت میں بیٹھیں اور اُن کی باتوں کو نہ صرف سنیں بلکہ اُن پر عمل پیرا ہو کر بچّوں، عورتوں اور ماتحتوں پر بخشش کرے اور تاجروں اور مسافروں کی نگہداری کرے اور اپنے عہد سے پہلے کے موجود بزرگوں، احباب اور رفقاء کا احترام بجالائے۔سعدی آخری ترجیح کے طور پر رشتہ داروں اور قرابت داروں کو بھی نوازنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں اور قرابت داروں کو کبھی کبھی نوازے۔آخر میں نامور اور مشہور اہلِ دانش کے لیے سعدی تلقین کرتے ہیں کہ صاحبِ مسند کو چاہیے کہ ایسے افراد کو نہایت عزیز رکھے اور با اعتماد اہلکاروں کو اُن کی خدمت کے لیے متعیّن کرے۔متن ملاحظہ ہو:

”...ورعیّت بر خود نیاز ارد، و قطع دزدان و قصاص خونیان به شفاعت فرونگذارد۔...اول نصیحت نزدیکان و پس آنگاه ملامت دُوران ظلم صریح، از گناه خاصگیان تن زدن است و عامیان را گردن زدن۔حاکمان بر مثال سرندو رعیّت بر مثال بدن ونادان سری باشد که بدن خود را به دندان خود پاره کند۔...و باید که مردمِ

خرد مند پرورد وخدمتگاران قدیم را حق فرامش نکند۔...و غم حال دروویشان از آن بیشتر خورد که از آن خویش۔...که پادشاه بر رعیّت از آن محتاج ترست که رعیّت به پادشاه که رعیّت اگر پادشاه نیست و اگر هست همان رعیّت است و پادشاه بی وجود رعیّت متصور نمی شود۔ گفتارِ پیران جهاندیده بشنود و بر اطفال و زنان و زیردستان ببخشاید و بازرگانان و مسافران را نگهدارد و زیان زدگان را دستگیری کند و مردم بد را نیابت ندهد که دعای بد بدو تنها نکند۔...مثل حاکم بارعیّت مثلِ چوپان است باگله ، اگر گله نگاه ندارد مزد چوپانی حرام می ستاند۔...وبی برگ را صدقات فرماید۔...ورعیّت نیازارد تا بروز واقعه میل از اُو به جانب دشمن نکند۔... واحترام گذشتگان ورفیقان ودوستان گذشته بکند واهل وقرابت گاه گاه بنوازد، و با آشنایان وفاداری کند، ومردم نامی را در بند گرامی دارد وکسان معتبر درخدمتِ ایشان برگمارد۔... و دستِ سخاوت گشاده دارد، سر جمله پندها آنست که آنچه دست دهد بدهد۔

جوانمرد وخوشخوی وبخشنده باش ــــ چوحق بر تو باشد تو بابنده باش،،(۸)

(ترجمہ)''...اور رعایا کو آزار نہ پہنچائے، چوروں کی سزا اور قاتلوں کے قصاص کو معاف کرنے کی سفارش نہ کرے۔... پہلے نزدیکیوں کو نصیحت پھر دوسروں کو ملامت۔ظلمِ صریح ہے، اپنے خاص لوگوں کے گناہوں سے درگذر کرنا اور عام لوگوں کے سر قلم کرنا۔ بادشاہ سر کی طرح ہیں اور رعیّت بدن کی مانند، کم عقلی ہوگی کہ اپنے ہی بدن کو اپنے دانتوں سے کاٹا جائے اور چاہیے کہ خردمند افراد کا خیال رکھا جائے اور پُرانے خدمتگاروں کو اُن کے حق سے محروم نہ کیا جائے۔...اپنوں سے بڑھ کر درویشوں کا غم گسار ہو۔...بادشاہ رعایا کا زیادہ محتاج ہے نہ کہ رعایا بادشاہ کی، کیونکہ رعایا اگر بادشاہ نہیں ہے یا ہے، وہی رعایا ہے۔مگر بادشاہ رعیّت کے وجود کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا۔ جہاں دیدہ بزرگوں کی گفتگو سنے اور بچّوں، عورتوں اور ماتحتوں پر بخشش کرے اور تاجروں اور مسافروں کی نگہداری کرے اور مظلوموں کی مدد کرے اور بُرے لوگوں کی سرپرستی نہ کرے تاکہ بدعائیں اُسے تنہا نہ کر دیں۔...بادشاہ اور رعایا کی مثال گلہ بان اور گلہ جیسی ہے، اگر گلہ بان، گلہ کی حفاظت نہ کرے تو گلہ بانی کی اُجرت اُس پر حرام ہے۔اور ناداروں کو صدقات دے اور رعیّت کو آزار نہ پہنچائے تاکہ مشکل کے وقت وہ دشمن سے نہ مل جائے۔...اور گذشتہ بزرگوں، رفقاء اور دوستوں کا احترام کرے، رشتہ داروں اور قرابت داروں کو بھی کبھی کبھی نوازے اور دوستوں سے وفاداری کرے اور نامور افراد کو عزیز رکھے اور بااعتماد اہلکاروں کو اُن کی خدمت کے لیے متعین کرے۔...اور کھلے ہاتھ سے سخاوت کرے۔... جملہ نصیحتوں کا نچوڑ یہ ہے کہ جو کچھ بن پڑے اپنے ہاتھ سے دے۔...

جوانمرد،خوش اخلاق اورسخی بن_____ جس طرح ذاتِ حق تُجھ پر نچھاور کرتی ہے تو لوگوں پر کر"

صاحبِ حکمت:

سعدی نے ایک طرف تو صاحبِ مسند کے لیے آ گاہی کی شرط رکھّی اور اس کے ساتھ ہی وہ تلقین کرتا ہے کہ ہر صاحبِ حکومت کو انتظامی اُمور کی اِس آ گاہی کو حکمت کے ساتھ بروئے کار لانا چاہیے تا کہ کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو اور تمام اُمور خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ حکمت کے کچھ زرّیں اصول متعارف کرواتا ہے جن پر کار بند ہونا ہر صاحبِ مسند کے لیے لازمی ہے۔ حِکمت کے ان اصولوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ ہر انتظامی ڈھانچے میں کچھ حساس نوعیّت کے مسائل راز کی صورت میں محفوظ رہنے چاہیں۔ صاحبِ مسند کو چاہیے کہ ایسے تمام راز اپنے دِل میں رکھّے اور یہ راز ہر کسی کے سامنے افشا نہ کرے۔ یہاں تک کہ اِس نوعیّت کے تمام حالات اپنے دوستوں کو بھی نہ بتائے کیونکہ دوستی ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔

۲۔ اکثر اختیار اور اقتدار کا نشہ صاحب منصب کو مدہوش کر دیتا ہے اور وہ غرور اور تکبّر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سعدی اِس اختیار کو چار دِن کی دنیاوی مہلت قرار دیتے ہیں اور اس پر غرور نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ خاص طور پر اپنے متعلقین میں موجود خواجگان، علماء وفضلا اور دانشمند افراد کے سامنے غرور و تکبّر کا اظہار نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ سعدی صاحبِ مسند کو غرور کی بجائے اپنی ہیبت قائم رکھتے ہوئے تواضع اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

۳۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ صاحب اختیار اہم اُمور میں تجربہ کار افراد سے مشورہ کرے اور اُن کی باتوں سے رُوگردانی نہ کرے اور کوشش کرے کہ ناتجربہ کار اور پست اور بے ہنر افراد کے ساتھ نہ بیٹھے اور غرض مند اور لالچی لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرے۔ بصورت دیگر ایسے افراد صاحبِ مسند سے اپنے مفاد کی خاطر غلط فیصلے کروانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ایسے بُرے اور لالچی افراد کو اپنے سے دُور ہٹانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ صاحب مسند اگر چاہتا کہ اُس کے اچھے کام اور قایم کیے ہوئے آثار باقی رہیں، تو اُس پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے متقدمین کے قایم کیے ہوئے آثار کو نہ مٹائے اور اُن کی حفاظت کرے۔

۵۔ بغیر جُرم کے اگر کسی کو منصب سے ہٹائے تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے یکدم منصب سے محروم نہ کرے بلکہ کسی کم اہمیت والے منصب پر لگا دے اور جب تک کسی پر جُرم ثابت نہ ہو جائے۔ کسی کو سزا نہ دے۔ اور برطرف کیے جانے والے زیر عتاب افراد کو دوبارہ ذمہ داری سونپنے سے نہ ہچکچائے کیونکہ اب وہ عتاب کے خوف سے دل وجان سے اپنی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کریں گے۔

۶۔ سعدی نے صاحبِ اختیار کو دوستی اور دُشمنی کے لیے بھی حکمت کے زرّین اصول بتا دیئے ہیں۔فرماتے ہیں صاحبِ مسند کو چاہیے کہ دوست اور دشمن، دونوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرے کیونکہ اِس سے دوستوں کے ساتھ محبت بڑھتی ہے اور دشمن کے ساتھ عداوت کم ہوتی ہے۔سعدی دوستی کے ضمن میں ایک اور حکیمانہ مشورہ یہ بھی دیتے ہیں کہ صاحبِ اختیار کو طاقتور دوستوں کے ساتھ رہنا چاہیے تاکہ دشمن طاقتور نہ ہو۔آخر میں سعدی یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ قوی دشمن سے جنگ نہیں کرنی چاہیے اور دشمن کو رنج پُہنچانے کی انتہا نہیں کر دینی چاہیے۔کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کبھی دوست بن جائے اِس لیے بہتر یہ ہے کہ جب تک مال اور اچھے برتاؤ سے دشمنوں سے بچا جا سکے اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا نہیں چاہیے۔ متن سے اقتباس سے ملاحظہ ہو:

متن: ’’...و سرِّ دل با ہر کس درمیان ننهد و تواضع پیشه گیرد و روی از سخنِ اربابِ مهمات نگرداند۔...و با خصمِ قوی در نپیچد و بر ضعیف ستمگاری رواندارد۔...و آثارِ بزرگانِ پیش محو نگر داند و با دونان و بی هنران ننشیند.و سخن صاحبِ غرض نشنود وغور گناه نرسد، عقوبت روا ندارد و به پنج روزه مهلت دنیا مغرور نشود۔

’’جهان نماند و خرم روان آدمیی_____که باز ماند از و در جهان به نیکی یاد

’’...و مردمِ نا آزموده را اعتماد نکند و کارِ بزرگ به بی خردان نفر ماید و هیبتِ خود را نگاه دارد...و در دفع بدان تاخیر نکند و با د وست و دشمن نیکویی کند که دوستان محبت بیفزاید و دشمنان را عداوت کم شود۔...و کسی را بی جُرمی از نظر خود براند، به یکبار محروم نگرداند--- و مردم عزل دیده و سختی کشیده باز عمل فرماید که به جان بکوشند از بیم بی نوایی۔و دوستان قوی دارد تا دشمنان قوی نشوند و با دشمن قوی نستیزد و همه حال بادوستان نگوید که دوستی همه وقتی نماند و همه رنجی به دشمن نرساند که وقتی دوست گردد۔...تا دفع دشمنان به مال و مدارا شودجان در خطر ننهد که به هزیمت پشت دادن به از آنکه با شمشیر مشت زدن۔...و در چشمِ غریبان به هیبت نشیند و با خواجه تاشان تکبر نکند۔‘‘(۹)

(ترجمہ)’’...اور دل کا راز ہر کسی کے سامنے نہ کھولے اور تواضع اختیار کرے اور تجربہ کار افراد کی باتوں سے رُوگردانی نہ کرے۔..اپنے سے پہلے بزرگوں کے آثار نہ مٹائے۔پست اور بے ہُنر لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھے...اور غرض مند کی باتیں نہ سُنے، جب تک جُرم ثابت نہ ہو جائے سزا نہ دے اور چار دن کی دنیاوی مہلت پر غرور نہ کرے۔

''دنیا باقی نہ رہی اور ایک شادروان آدمی____ کی یاد نیکی کی بدولت اس جہاں میں باقی رہ گئی

''...اور نا تجربہ کار لوگوں پر اعتماد نہ کرے، عظیم کام بیوقوفوں کے سپرد نہ کرے اور اپنی ہیبت قایم رکھے۔...اور بُرے لوگوں کو اپنے سے دُور ہٹانے میں تاخیر نہ کرے اور دوست اور دشمن کے ساتھ نیکی کرے کیونکہ اس سے دوستوں میں محبّت بڑھتی ہے اور دشمنوں کے ساتھ عداوت کم ہوتی ہے۔...اور اگر کسی کو بغیر جُرم عہدے سے ہٹائے تو یکدم محروم نہ کرے اور برطرف کیے جانے والے اور زیرِ عتاب افراد کو دوبارہ ذمہ داری سونپے کیونکہ عتاب کے خوف سے دل و جان سے کوشش کریں گے۔اور طاقتور دوستوں کے ساتھ رہے تاکہ دشمن طاقتور نہ ہوں۔اور قومی دشمن کے ساتھ جنگ نہ کرے اور تمام حالات دوستوں کو نہ بتائے کیونکہ دوستی ہمیشہ باقی نہیں رہتی اور دشمن کو رنج پہنچانے کی انتہا نہ کردے کہ ہوسکتا کبھی دوست بن جائے۔...اور جب تک مال اور اچھے برتاؤ سے دشمنوں سے بچا جا سکے جان کو خطرے میں نہ ڈالے کیونکہ شکست کھا کر بھاگنے سے تلوار کے ساتھ پنجہ آزمائی کرنا بہتر ہے۔...اور بیگانوں کے ساتھ ہیبت سے بیٹھے اور خواجگان کے سامنے غرور و تکبّر نہ کرے۔''

اعتدال پسند:

مذکورہ بالا صفات کے ساتھ ساتھ سعدی، صاحبِ اختیار کے لیے اعتدال پسندی کی صفت کو بھی بہت اہم خیال کرتے ہیں۔اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے جب کسی شخص کو کوئی منصب یا اعلیٰ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے عمومی رویوں میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے جس سے اُس کے زیرِ نظر افراد یا اداروں کو بہت نقصان پہنچ سکتا ہے۔انہیں خدشات کے پیشِ نظر سعدی صاحبِ مسند کو اعتدال اور میانہ روی کا مشورہ دیتا ہے اور سب سے پہلے گفتگو میں محتاط رویّہ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔کیونکہ ہر انسان کی شخصیت اس کی زبان کے نیچے ہوتی ہے۔اِس لیے سعدی فرماتے ہیں کے صاحبِ مسند کو چاہیے کہ وہ بات سوچ کر کرے اور پہلے تولے پھر بولے۔علاوہ اس کے یہ بھی تاکید کرتے ہیں کہ اگر کوئی دوسرا اچھی تُلی بات کرے تو اس پر ستایش کا اظہار کرے تاکہ نہ وہ خود غیر سنجیدہ بات کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ایسا کرنے کی ہمت ہو۔مزید برآں کہتے ہیں کہ جو دوسرے لوگ غیر سنجیدہ رویّہ اختیار کرتے ہوئے دوسروں کی بُرائی کریں، صاحبِ اختیار کو ایسے لوگوں کے ساتھ بھی دوستی اور تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور خود بھی اُمور میں راعتدال رکھّے اور دوسروں کی نسبت شرافت کا مظاہرہ کرے اور اس رویے میں افراط کا شکار نہ ہو، کیونکہ لوگ بہت زیادہ شریف آدمی پر بھی کاٹھی ڈال لیتے ہیں اور اُسے بے بس کردیتے ہیں۔

سعدی، صاحبِ مسند کو بخشش اور بھلائی کے اُمور میں بھی میانہ روی اور اعتدال کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ اِس میں زیادہ روی کرنے سے اُس کا اپنا مالی نظام کمزور نہ ہوجائے۔وہ کہتے ہیں کہ خزانے کو سنبھال کر رکھنا چاہیے مگر نہ اس طرح کہ لشکر اور اطرافیان سختی جھلیں۔آگے چل کر سعدی فرماتے ہیں کہ معتدل رویّہ اِس چیز کا متقاضی ہے کہ صاحبِ حکومت مسخروں، بازی گروں اور اس قبیل کے لوگوں کو کبھی کبھی تو آنے دے، مگر ہمیشہ اپنے پاس نہ رکھّے

کیونکہ اِس سے انتظامی اُمور میں خلل پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ اسی طرح وقت گزارنے کے لیے شطرنج، لڈو وغیرہ سے کبھی کبھار لُطف اندوز ہو جائے مگر اِن کھیلوں کو عادت کے طور پر اپنانا بہت خطرناک ہے اور صاحب مسند کے شایان شان نہیں۔ اسی لیے سعدی مشورہ دیتے ہیں کہ تیراندازی، گیند بازی اور شکار جیسے مشاغل پر بُہت زیادہ نہ جائے اور اپنی ہیبت برقرار رکھّے۔

سعدی، صاحبِ اختیار کو نصیحت کرتے ہیں غُصہ اور من مانی کرنے والے لوگ انتظامی اُمور چلانے کے لیے موزوں نہیں ہوتے اور ایسے لوگوں کا نظم و نسق اور اختیار زیادہ دیر پا نہیں ہوتا۔ غلط کاموں کے مرتکب افراد کو اُن کی غلطی کا احساس دلانے کے لیے مناسب حد تک غُصّے کا اظہار تو جائز ہے مگر بہت زیادہ غُصہ حرام ہوتا اور لوگ غصیلے آدمی سے متنفر ہو جاتے۔ اس طرح من مانی کر کے اپنی مسند کو کمزور کرنے کی بجائے یہ اختیار اصول وضوابط وضع کر کے قاضیوں اور منتظمین کو دینا چاہیے کیونکہ صاحب اختیار کے لیے حکم لازمی ہے اور اِس حکم کا نفاذ عاملین و قاضیاں کے ذریعے ملک و دین کے مفاد میں ہے وگرنہ بصورت دیگر من مانی کی وجہ سے حالات دگرگوں ہونے کا خدشہ ہے۔

سعدی، صاحب مسند کو اپنے علاوہ اہلکاروں پر نگاہ رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں کیونکہ جو سرکاری اہلکار صاحبِ مسند کے لیے رعیّت کے مال سے ٹیکسوں کی وصولی میں زیادہ روی کرے، یہ بہت بڑی خطا ہے۔ ایسے اہلکاروں کی اصلاح یا بیخ کنی ضروری ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"...و سخن اندیشیده گوید۔...عاملی که برای پادشاه توفیر از مالِ رعیّت انگیزد خطاست۔...و مسخره و مطرب و بازیگر و امثال اینها را همه وقتی به خود راه ندهد و نرد و شطرنج و دیگر ملاهی عادت نکند و به تیر و کمان و گوئی زدن و به صید بسیار نرود۔...خود رای و سبکبار سروری را نشاید و دولت بر او نپاید و پادشاهان را حکم ضرور تست در مصالح ملك و قاضیان را در مصالح دین و گر نه ملك ودین خراب گردد... وپیش از آنکه سخن گویداندیشه کندتا این اگر دیگری گوید بپسند دپس آنگاه بگوید۔ بد گوی مردم به دوستی نگیر دکه با وی همان معاملت کند که با دیگران کند۔...و اندازۂ کار ها نگاه دارد۔نیکمردی کند نه چند انکه بدان چیره گردند و بخشندگی کند نه چند انکه دستگاه ضعیف شود۔خزینه نگاه دارد نه چند انکه حاشیّت و لشکری سختی برند۔خشم گیرد نه چند انکه از آن متنفرشوند و بازی کند نه چند انکه هیبتش برود۔"(۱۰)

(ترجمہ) "... بات سوچ کر کرے۔...وہ سرکاری اہلکار جو بادشاہ کے لیے رعیّت کے مال سے ٹیکسوں کی وصولی میں زیادہ روی کرے، خطا کار ہے۔...اور مسخروں، گویّوں، بازی گروں اور اس طرح کے لوگوں کو ہمیشہ اپنے قریب نہ رکھّے اور لُڈّو، شطرنج ایسے دوسرے کھیلوں کی عادت سے بچے اور تیر کمان، گیند بازی اور شکار پر زیادہ نہ

جائے۔...من مانی کرنے والے غیر محتاط افراد حکومت کے لیے موزوں نہیں ہوتے اور اُن کی حکومت دیر پا نہیں ہوتی۔ بادشاہوں کے لیے حکم لازمی ہے ملکی مفاد کے لیے اور قاضیوں کے لیے حکم لازمی ہے دینی مفاد کے لیے ورنہ ملک و دین خراب ہو جائیں گے۔...اور شاہ رعیّت پہلے تولے پھر بولے اور اگر سنجیدہ بات کوئی دوسرا کرے تو اُس پر اظہار پسندیدگی کرے اور پھر اُس بات کو دہرائے۔ لوگوں کی برائی کرنے والے سے دوستی نہ رکھے کیونکہ اُس سے بھی وہ ایسا ہی سلوک کرے گا جو دوسروں سے کرتا ہے۔...اُمورِ کار میں اعتدال قائم رکھے۔ دوسروں سے شرافت کا مظاہرہ کرے مگر نہ اِس قدر کہ وہ اِس پر کاٹھی ڈال لیں اور بخشش کرے مگر نہ اِس قدر کہ اُس کا اپنا مالی نظام کمزور ہو جائے۔ خزانے کو بچا کے رکھے مگر نہ اس قدر کہ اطرافیاں اور سپہ سختی جھیلیں۔ غُصے کا اظہار کرے مگر نہ اِس قدر کہ لوگ اُس سے متنفر ہو جائیں، کھیل کھیلے مگر نہ اِس قدر کہ اُس کی ہیبت جاتی رہے۔''

اختتامیہ:

سعدی نے زیرِ نظر مکتوب میں تا تاری خاندان کے ایک اہم بادشاہ ہلاکو خان کے بیٹے ملک ابا قاخان کو صاحبِ مسند حکمران کی پانچ صفات گنوائی ہیں اور تلقین کی ہے کہ وہ اپنے اندر یہ صفات پیدا کرے تا کہ اُس کے انتظامی اُمور پر اُس کا پنجہ اختیار مضبوطی سے گڑا رہے اور کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو۔ یہ پانچ صفات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ صاحب اختیار کو فردِ آ گاہ ہونا چاہیے۔
۲۔ خُدا شناسی کی صفت سے متصف ہونا چاہیے
۳۔ جملہ رعّیت کے لیے بالعموم اور کمزور نادار اور درویشوں کے لیے صاحبِ مسند کو خیر خواہی کی خوبی کا مالک ہونا چاہیے۔
۴۔ انتظامی اُمور کو کامیابی سے چلانے کے لیے صاحبِ اختیار کو صاحبِ حکمت ہونا چاہیے۔
۵۔ صاحبِ منصب کو اعتدال پسندی اور میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔

انتظامی اُمور کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہر فرد کو اپنی خوبیوں کا جائزہ لینا چاہیے اور مذکورہ بالا پانچ صفات میں سے جس صفت کی کمی ہو اُس کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ ہم سب جانتے ہیں چنگیز خان اور ہلاکو خان کا طرز حکمرانی کُشت وخون اور انسانی کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کرنے جیسے قبیح اعمال سے عبارت ہے۔ یہ سعدی جیسے معلم اخلاق کی تربیّت کا نتیجہ ہے کہ تا تاری سلسلے کے ابا قاخان جیسے حکمرانوں نے قتل وغارت کی روش اختیار کرنے کی بجائے رعایا کی فلاح و بہبود پر توجہ دی اور اسی خاندان کے کئی بادشاہ مسلمان ہو گئے۔ اِس حقیقت کا اعتراف علاّمہ اقبالؒ نے اپنی معروف نظم جوابِ شکوہ میں کچھ یُوں کہا ہے۔

ہے عیاں یورشِ تا تار کے افسانے سے ___ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے (۱۱)

اِس حقیقت کے ثبوت کے طور پر ''چہار مقالے'' کی ایک حکایت کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حکایت کچھ یُوں ہے:

تاتاریوں کی طُرح قراختائی سلسلے کے ایک بادشاہ گورخان نے جب ملک شاہ کے بیٹے سلطان سنجر کے اسلامی لشکر کو ایک جنگ میں شکست دی تو ماوراء النہر کے علاقے پر گورخان ختائی کی حکومت مسلم ہوگئی۔ اِس فتح کے بعد گورخان نے بخارا کی امارت اپنے خاندان کے ایک شخص اَتمگین کو بخش دی۔ گورخان جب اپنے دارالحکومت ''برسخان'' لوٹنے لگا تو اُس نے اَتمگین کو امام بخارا خواجہ احمد بن عبدالعزیز کے سپرد کیا اور ہدایت کی کہ وہ جو کچھ کرے خواجہ احمد کے مشورے سے کرے۔لیکن جب گورخان لوٹ گیا تو اَتمگین نے گورخان کی ہدایت کے برعکس من مانی شروع کردی اور اہل بخارا پر ظُلم کی انتہا کردی۔ چنانچہ اہل بخارا کا ایک وفد گورخان کے دربار برسخان پہنچا اور اَتمگین کی طرف روانہ کیا۔ اِس خط کے مندرجات سے صاحبانِ نظر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ غیر مسلم بادشاہ امامِ بخارا خواجہ احمد بن عبدالعزیز اور معلم اخلاق شیخ سعدی شیرازی سے کتنے متاثر تھے اور اُن پر کتنا اعتماد کرتے تھے۔ اسلامی روایات کے مطابق لکھے گئے اس خط کے مندرجات ملاحظہ فرمائیں:

''بسمِ اللّٰہِ الرّحمٰن الرَّحِیم ــــ اتمتگین بدا ند کہ میان ما اگرچہ مسافت دُور است، رضا و سخطِ ما بدو نزدیك است ــــ اتمتگین آن کند کہ احمد فرماید و احمد آن فرماید کہ محمدﷺ فرمودہ است ــــ والسّلام۔''(۱۲)

(ترجمہ) بسمِ اللّٰہِ الرّحمٰن الرَّحِیم ــــ اَتمگین جان لے اگرچہ ہمارے درمیان فاصلہ طویل مگر میری رضا اور غضب اُس کے نزدیک ہے۔ اَتمگین وہ کرے جو احمد کہے اور احمد وہ کہے جو محمدﷺ نے فرمایا ہے۔ والسّلام۔''

حوالہ جات:

۱۔ معین، فرھنگ فارسی، ص ۷۶۳

۲۔ دھخدا، لغت نامہ، ج ۲، ص ۲۴۵

۳۔ سعدی، کلیات، ص ۸۹۲

۴۔ ایضاً، ص ۸۹۳

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً، ص ۸۹۴

۷۔ ایضاً، ص ۸۹۲ تا ۸۹۴

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ اقبال، کلیات اُردو،ص۳۵۹

۱۲۔ نظامی عروضی، چہار مقالہ،ص۴۷

مآخذ:

۱۔ اقبال،علامہ، کلیات اُردو،لاہور:مکتبۂ جمال اُردو بازار،۲۰۰۵ء۔

۲۔ دھخدا،علی اکبر،لغت نامہ،تہران: چاپخانہ مجلس،۱۳۲۵خورشیدی۔

۳۔ سعدی، مصلح بن عبداللہ، کلیات،تہران:مؤسسۂ انتشارات امیر کبیر،۱۳۶۵خورشیدی۔

۴۔ معین،دکتر محمد،فرہنگ فارسی،تہران:مؤسسۂ انتشارات امیر کبیر،۱۳۷۱خورشیدی۔

۵۔ نظامی عروضی سمرقندی،چہار مقالہ ،بہ تصحیح عندلیب شادانی،لاہور: شیخ مبارک علی پرنٹر،اندرون لوہاری دروازہ،بی تا۔

☆☆☆